یہ ہے وہ پہلی صفت بلکہ تمام اوصاف و حسنات کا سرچشمہ۔ اگر یہ صفت نہ ہو تو پھر کوئی داعیانہ صفت کسی دوسرے طریقے سے نہ کبھی پیدا ہوئی ہے اور نہ آئندہ پیدا ہونے کا کوئی امکان ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ

نماز کے بعد دوسری ممتاز صفت جو کسی داعی گروہ میں ہونی چاہیے وہ "انفاق فی سبیل اللہ" کی صفت ہے۔ یہ ایک نہایت جامع لفظ ہے جو انفاقِ مفروض یعنی زکوٰۃ اور عام صدقات اور ہر طرح کے ایثار پر مشتمل ہے اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ جاننا چاہیے کہ انفاق تزکیۂ نفس کے ان اہم ترین ذرائع میں سے ہے جو خدا اور رسول نے بتائے ہیں۔ دوسری بات یہ اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ اصل چیز مال کی وہ مقدار نہیں ہے جو آدمی خدا کی راہ میں دیتا ہے بلکہ وہ قربانی ہے جو اللہ کی خاطر آدمی کرتا ہے جس طرح وہ دو روزہ دار اجر میں برابر نہیں ہو سکتے جن میں سے ایک ٹھنڈے کمرے میں بیٹھ کر آرام سے دن گذارتا ہے اور دوسرا جھلس دینے والی لو میں سارے دن اپنے کھیت کو پانی دیتا ہے اسی طرح وہ دو خرچ کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے جن میں سے ایک جو دولت مند ہے اپنی آسائشوں کا دسواں یا بیسواں حصہ قربان کر کے ایک ہزار روپے دیتا ہے اور دوسرا ایک غریب آدمی ہے جو اپنا پیٹ کاٹ کر خدا کی راہ میں صرف ایک پیسہ دیتا ہے۔ یقیناً یہ ایک پیسہ اللہ کے ہاں دولت مند کے ایک ہزار روپے سے زیادہ قیمتی ہے۔
تیسری بات یہ سمجھ لیجیے کہ انفاق کے بعض مواقع بعض سے اہم اور اقدم ہوتے ہیں اگر کوئی شخص اہم مواقع پر نہیں خرچ کرتا اور ان مواقع پر خرچ کرتا ہے جن کی اس ہنگامی حالت میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔ تو ایسے انفاق کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے بلکہ اسے انفاق کہنا ہی صحیح نہیں ہے اور اس سے آدمی کے اندر وہ بھلائی نہیں پیدا ہوتی جو انفاق سے پیدا ہوا کرتی ہے

چوتھی چیز جس سے بالعموم ہم غافل ہیں، وہ یہ حقیقت ہے کہ جس طرح پودے کی جڑ کو خشک ہوتے ہوئے دیکھنا اور بڑی بڑی شاخوں اور پتوں کو پانی دینا، پودے کے لیے کچھ بھی مفید نہیں۔ کیونکہ پتوں اور شاخوں کی زندگی تو جڑ اور تنہ کی زندگی سے وابستہ ہے۔ اگر جڑ خشک ہو گئی تو پتوں اور شاخوں پر پانی کا سیلاب بہا دینے سے بھی انہیں زندگی نہیں مل سکتی اور پتوں کو سیراب کرنا ایسی صورت میں کوئی قابلِ قدر کام نہیں تصور کیا جا سکتا۔ بالکل یہی

مقام دعوت کی تاریخ میں مرکزی ادارہ اور جماعت کا ہے۔ اگر کسی موقع پر صورتِ حال یہ ہو جائے کہ دعوت کے اہم ترین شعبے مرجھا رہے ہوں اور ہم جزئی شعبوں میں انفاق کو ترجیح دے رہے ہوں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں اور یقین قرآن و حدیث کے تھوڑے سے مطالعے سے پیدا ہوا ہے کہ یہ ایک خطرناک حالت ہے جس میں کوئی داعیِ حق گروہ مبتلا ہو سکتا ہے۔ چاہے یہ جماعت اس عہد کی جماعت ہو، چاہے ہم آپ ہوں، چاہے وہ لوگ ہوں جو ہمارے بعد آئیں گے اور کسی بھی ملک میں جماعت بن کر کام کریں گے۔ یہ صورتِ حال ہمیشہ سے خطرناک رہی ہے۔ اس لیے اس معاملہ میں بہت زیادہ ہوشیار رہنا چاہیے کہ ہم کن مواقع پر خرچ کر رہے ہیں اور ان میں سے اہمیت کسے حاصل ہے؟ جس طرح اور معاملات میں اصل کو فرع بنا دینا یا فرع کو اصل کی اہمیت دینا ناجائز ہے اسی طرح اس معاملہ میں بھی افراط و تفریط غیر دینی ہے۔

پس نماز کے بعد دوسری چیز جس کی فکر ہونی چاہیے وہ یہی انفاق ہے۔ اور ان لوگوں کو زیادہ فکر ہونی چاہیے جو کچھ زیادہ خوشحال نہیں ہیں اور ہم میں کم ہی خوشحال ہیں۔ کیونکہ جس اجرِ عظیم کی بشارت تنگی کی حالت میں انفاق پر دی گئی ہے وہ ہمارے اس حقیر مال سے کہیں زیادہ ہے جو ہم خدا کے کام پر خرچ کریں گے۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ
وَلَهٗ اَجْرٌ کَرِیْمٌ ○ یَوْمَ تَرَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ
یَسْعٰی نُوْرُهُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ
بُشْرٰىكُمُ الْیَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

ہے کوئی جو اللہ کو قرضِ حسن دے تو، اس کو اضعاف مضاعف کر دے اور اس کے لیے باعزت اجر ہے۔ اس دن جب تم مومن مردوں اور عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کے داہنے چلتا ہے۔ بشارت ہے تمہارے لیے آج جنتیں جن کے تحت سدا بہار ہیں۔

اور اس باب میں جس غایت تک پہنچا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے اولوالامر ہمیں اس بات کی تلقین کرنے لگیں جس کی تلقین ان آیات میں کی گئی ہے۔

اَلَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ
یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا اور
لَا تَجْعَلْ یَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰی عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا

وہ لوگ جو جب انفاق کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں اور ان کا رویہ اعتدال کا ہوتا ہے۔
اپنے ہاتھ کو نہ تو (بخل سے) گلے کا طوق بنا لو اور نہ اسے

كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ۔ بالکل کھول دو کہ نتیجۃً بخل کی وجہ سے تم لوگوں کی ملامت کے مستحق ہو یا

انتہائی فیاضی کی وجہ سے عاجز و درماندہ

اس راہ میں صحابۂ کرام اتنی تیزی کے ساتھ دوڑ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو انھیں اعتدال اور میانہ روی کی ہدایت دینی پڑی۔ اس کی تفصیل طولانی ہے اور آپ کے لیے اشارہ کافی ہے۔

یہ صفت جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے ہمارے اندر اسی نسبت سے ابھرے گی جس نسبت سے ہمارے اندر صحیح اقامتِ صلوٰۃ کی صفت ابھرے گی۔ آدمی کا ہاتھ اس کی اپنی جیب میں کبھی نہیں جا سکتا جب تک کہ حرص، بخل اور مادیت نہیں دبتی۔ اور جب تک فقر و فاقہ کا اندیشہ باقی رہتا ہے اور مادیت کو دبانے اور اندیشۂ فقر کی جڑ اکھاڑنے کا صرف ایک ہی طریقہ اللہ نے بتایا اور وہ نماز ہے۔ یہ صرف نماز ہی کی خاصیت ہے جو آدمی کے دل کو شکر کے جذبے سے معمور کرتی اور حرص و بخل کی جڑ اکھاڑتی ہے۔

صبر

تیسری صفت جو داعیانِ حق میں پائی جانی چاہیے وہ صبر کی صفت ہے جس کے لغوی معنی استقلال اور جماؤ کے ہیں اور اس کے بیشمار پہلو ہیں، سب سے اہم اور اقدم پہلو یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس سے لڑائی کر کے اسے طاعتِ رب پر جمائے، یہ صبر کا پہلا مقام ہے، اور اس کی اہمیت یہ ہے کہ یہ بقیہ تمام مقاماتِ صبر میں جمنے کی استعداد پیدا کرتا ہے۔ اور ایک پہلو یہ ہے کہ دعوت کی راہ میں پہلا قدم رکھتے ہی اندر اور باہر کے لوگ، اپنے اور بیگانے، اور اپنے سب سے پہلے پھبتیوں اور فقرے بازیوں سے اس کی ہمت توڑ دینا چاہتے ہیں۔ ایسے موقع پر ان پھبتیوں کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیے جانا یہ صبر کا ایک پہلو ہے اور اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ دعوت کی راہ پر چلنے کے نتیجہ میں جو معاشی صدمے اٹھانے پڑیں انھیں صحیح جذبے کے ساتھ انگیز کیا جائے۔ اور اس کا تیسرا پہلو یہ ہے کہ دنیا کے باطل معاشی آسانیوں کے طریقے اس کے سامنے آئیں لیکن ادھر سے آنکھیں پھیر لی جائیں اور کان بہرے کر لیے جائیں۔ اور اس کا سب سے زیادہ جانکاہ اور جانگسل پہلو یہ ہے کہ داعی کو دور دور تک کہیں بھی اپنی ظاہری کامیابی کی کوئی روشنی نظر نہ آتی ہو لیکن پھر بھی اطمینان و سکون سے وہ اپنا کام کیے جائے۔ بغیر اس کے کہ اس کے اندر جلد بازی کا کوئی جذبہ پیدا ہو، اور بغیر اس کے کہ مایوسی کا کوئی شیطانی حملہ ہو۔

دعوت کی تاریخ میں ایسے بہت سے مراحل آتے ہیں جو سختی اور شدت کے لحاظ سے ایک دوسرے سے بڑھے ہوتے ہیں۔